واقعہ کربلا کا عبادی پہلو

ڈاکٹر ساجد علی سبحانی [1]
sajidsubhani@yahoo.com

کلیدی کلمات: کربلا، عبادت، عبودیت، عبادالرحمٰن کی صفات، سیرت ائمہؑ

خلاصہ

کربلاایک ذوالابعاد واقعہ ہے جس کا ایک پہلو عبادی ہے۔ عبادت اتنا اہم موضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت انسان کی غرض اوّلی اسی کو قرار دیا ہے۔ عبادت کربلا کا ایک آفاقی پیغام ہے اسی لئے واقعہ کربلا کو دوام اور تقدس حاصل ہے اور اسی اعتبار سے یہ انسانیت کے لئے اسوہ۔ اس واقعہ میں نماز، حج، جہاد وہجرت، خدمت خلق، تلاوت اور دعاواستغفار میں خاص طور سے عبادی پہلو نہایت جلوہ گر ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عظیم قربانی سے کربلا والوں کا کچھ مقصود نہ تھا سوائے رضاپرورد گار کے۔ یہ نظریہ عبادت وبندگی کی معراج ہے۔ امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اعزاوانصار شہداء اور اسراء سب کے اقوال وافعال اس واقعہ کے عبادی پہلو کو روشن کرتے ہیں۔

بندگی پروردگار انسان کے لئے زینت ہے یہ اسے دنیا کی ہر قسم کی غلامی سے نجات دیتی ہےغلامی انسان کے لئے ننگ و عار ہے۔ مسلمان واقعہ کربلا سے حریت کا درس لیں۔ اکثر مسلمان ممالک بھی غلامی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ کربلا کے وارث وہ پاکیزہ انسان ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کریں اور ہر قسم کے طاغوت سے اجتناب کریں۔ یزید کا دور امت مسلمہ کے لئے غلامی کا دور تھا۔ امام حریت حسین بن علیؑ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عظیم قربانی دے کر طاغوت زمانہ کو پاش پاش کردیا۔ کربلا حریت وآزادی کا درس دیتی ہے اسی لئے مسلم اور غیر مسلم تمام حریت پسند شہید انسانیت امام حسین بن علیؑ اور آپؑ کے جانثاروں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مقدمہ

واقعہ کربلا ایک ذوالابعاد واقعہ ہے۔ جس کا ایک پہلو عبادی ہے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جو اس واقعہ کو تقدس اور دوام بخشتا ہے ۔ عبادت کا حسین پہلو اس واقعہ کے تمام جزئیات و واقعات کو انسانیت کے لئے اُسوہ قرار دیتا ہے۔ یہ عہد ساز واقعہ ہے انسانوں میں بندگی پروردگار کا جذبہ پیدا کرنے والا ہے۔ عبادیت کا پہلو اس واقعے کے تمام جزئیات وواقعات میں نہایت احسن انداز سے جلوہ گر ہے۔

واقعہ کربلا کے عبادی پہلو کی اہمیت

انسان جسم اور روح سے مرکب ہے یہ دونوں غذا اور خاص طریقہ سے دیکھ بھال چاہتے ہیں جسم کی غذا مادی جیسے پانی روٹی وغیرہ ہے اور اس کی تندرستی کے لئے ورزش، مناسب جگہ، ہوا اور نیند کی ضرورت ہے اسی طرح روح کی غذا عبادت وپرستش اور علم و معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تکامل کے لئے پیدا کیا ہے اور تکامل عبادت وبندگی کے علاوہ کسی اور چیز سے ممکن نہیں ہے بندگی پروردگار انسان کو زندگی عطا کرتی ہے۔ جو زندگی عبادت خدا سے خالی ہو وہ حقیقی زندگی نہیں، بلکہ موت ہے اور اللہ کی بندگی میں جان دینے والے مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ البتہ عام انسانوں کی عبادت سے ان کے اندر تکامل حاصل ہوتا ہے جبکہ انبیاء عظامؑ، وارثان انبیاء اور ائمہ اہل بیتؑ چونکہ کامل ہی اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں لہٰذا ان کی عبادت عشق خداوندی اور خلوص سے لبریز ہوتی ہے۔ وہ اپنے لئے عبادتِ پروردگار کو اسی طرح ضروری سمجھتے ہیں جس طرح ہم اپنے لئے غذا اور پانی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ عبادت اتنا اہم اسلامی موضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت انسان کی غرض اوّلی عبادت کو قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

---

[1] ۔ مدیر واستاد جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ(1)

ترجمہ: "اور میں نے جنوں اور آدمیوں کو صرف اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ جو انسان اس غرض پر پورا اترتے ہیں اور پروردگار کی حقیقی بندگی اختیار کرتے ہیں وہی خالق دو جہان کے نزدیک عظمت رکھتے ہیں۔ بقول استاد معظم علامہ حسن زادہ آملی مد ظلہ العالی: "تا عبد للہ نشوی، عند اللہ نمی شوی" یعنی جب تک انسان اللہ کا بندہ نہ بنے، اسے اللہ تعالی کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ مقام عبدیت اتنا عظیم ہے کہ اللہ تعالی نے معراج نبی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اوصاف میں سے وصف عبدیت کا انتخاب فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى(2)

ترجمہ: "وہ خدا پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (آسمانی مسجد) تک سیر کرائی۔"

نماز کے تشہد میں بھی پہلے رسول خدا ﷺ کی عبدیت اور پھر آپؐ کی رسالت کی گواہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس تناظر میں شہداء کربلا کی مدحت میں یہی کہنا کافی ہے کہ وہ عباد صالحین یعنی اللہ تعالیٰ کے صالح، مخلص اور لائق فخر بندے تھے، بلکہ قیامت تک کے لئے انسانیت کے نام اپنے خون سے یہ پیغام دے کر گئے کہ بندگی صرف اللہ کی کریں اور طاغوت زمانہ کے سامنے ہرگز نہ جھکیں چاہے وہ یزید کی شکل میں مجسم ہو یا کسی اور کی شکل میں۔ عبادی پہلو کی عظمت کے سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي(3)

ترجمہ: "اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اس آیت سے امام حسینؑ مراد ہیں۔(4) مقصد یہ کہ اس آیت میں ویسے تو عمومیت ہے، لیکن از باب جری و تطبیق امام حسینؑ اس آیت کے واضح مصداق ہیں۔ تو اس آیت کریمہ میں پروردگار عالم صاحب نفس مطمئنہ کو اپنے بندوں میں شامل ہونے کے بارے میں فرمارہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادِ خدا میں شامل ہونا بڑی عظمت کی بات ہے۔

وارثان رسول اکرم ائمہ اہل بیتؑ نے بھی اپنے اپنے دور میں انسانوں کو عبادت پروردگار اور طاغوت سے اجتناب کا قولاً و فعلاً درس دیا ہے۔ اور یہ ان کی سیرت مشترکہ کا ایک اہم حصہ ہے چاہے وہ عبادت کے معروف اعمال جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ہوں یا اخلاق و معاملات اور خدمت خلق جیسے امور ہوں۔ اس ضمن میں شہید مطہری فرماتے ہیں کہ ائمہ اطہارؑ کی سیرت میں دو معمولات واضح نظر آتے ہیں:

پہلا، عبادت پروردگار و خوف خدا، ایمان بخدا۔ ایسا ایمان کہ خوف خدا سے گریہ کرتے ہوئے لرزتے ہیں گویا خدا کو دیکھ رہے ہیں قیامت نظر آرہی ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے تاریخ کی گواہی ہے: "حليف السجدة الطويلة و الدموع الغزيرة "(5) یعنی: "آپؑ طویل سجدہ کرنے اور کثرت سے آنسو بہانے والے ہیں۔ دیگر ائمہ اطہارؑ کی طرح امام حسینؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ وضو کرتے وقت امام عالی مقامؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور اعضاء پر کپکپی طاری ہوتی تھی۔(6) اس طرح نماز کے وقت رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔(7)

دوسرا، کمزوروں، محروموں اور بیماروں سے ہمدردی، ہم دلی ہے گویا کمزوروں اور ناداروں کی مدد ائمہؑ کی سیرت میں شامل ہے۔ پھر یہ نہیں کہ کسی کو حکم دیں بلکہ بذات خود ان کی مدد کرتے ہیں۔(8)

عبادت کربلا کا ایک آفاقی پیغام

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء عظام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ انسان کائنات کی ہر شئی کی پوجا پرستش اور عبادت سے اجتناب کریں اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اختیار کریں، کیونکہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے کوئی اور نہیں۔ ارشاد الہیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (9)

ترجمہ: "اور (اے رسولؐ) ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا تو اس کے پاس ہم یہ وحی بھیجتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کیا کرو۔"

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (10)

ترجمہ: " اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (کہ وہ لوگوں سے کہے) کہ خدا کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں) کی (عبادت) سے بچے رہو۔"

لہٰذا تمام انبیاء عظام نے انسانوں کو خدائے واحد کی عبادت کرنے اور طاغوت سے اجتناب کا پیغام دیا۔ بلکہ سورہ انبیاء آیت نمبر 58 کے مطابق خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ نے تو بتوں کو پاش پاش کر دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ خلیل کربلا نے بھی طاغوت زمانہ یزیدیت کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ مذکورہ آیت میں عبادت کے بارے میں دونوں پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے ایک مثبت یعنی اللہ کی عبادت کریں اور دوسرا منفی کہ طاغوت کی عبادت سے اجتناب کریں۔ راغب اصفھانی نے طاغوت کی وضاحت میں لکھا ہے: **الطاغوت عبارة عن كل معبود من دون الله**" (11) یعنی: "اللہ کے علاوہ جس کی بھی پرستش کی جائے وہ طاغوت ہے۔" لفظ طاغوت طغیان (سرکشی) سے ہے۔ جو فرد یا افراد یا نظام انسان میں خدا کے مقابلے میں سرکشی کا جذبہ ابھارے وہ طاغوت کا مصداق ہے جس کی اطاعت و عبادت کسی بھی شکل میں قرآنی حکم کے مطابق حرام ہے اور جو لوگ طاغوت سے اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ (12)

ترجمہ: "اور جو لوگ بتوں کو پوجنے سے بچے رہے اور خدا ہی کی طرف رجوع کرتے رہے ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے تو (اے رسول) تم میرے (خالص) بندوں کو خوشخبری دے دو۔"

واقعہ کربلا کے عبادی پہلو کی وضاحت

عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل اس کی رضا کی خاطر بجالایا جائے جیسے نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک پسندیدہ عمل ہے جبھی تو اس نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا حکم دیا ہے۔ اب اگر کوئی اللہ کی رضا کے لئے نماز بجالائے تو یہ عمل عبادی ہے۔ اور اگر اس نیت سے نماز نہ پڑھی جائے تو یہ عمل عبادی ہوگا نہ اس پر ثواب ملے گا اور نہ نماز کے اثرات اس پر مترتب ہوں گے۔ اس ضمن میں ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (13)

ترجمہ: " (اے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ میری نماز میری عبادت میرا جینا میرا مرنا سب خدا کے لئے ہی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں۔"

یہ کمال بندگی کا نظریہ ہے کہ زندگی کے تمام اعمال خدائے وحدہ لاشریک کے لئے ہوں اور کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جس طرح شرک فی الذات حرام ہے، اسی طرح شرک فی العبادۃ بھی حرام، گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں۔ نسک مطلق عبادت ہے اور اس کا استعمال ذبح یا ذبیحہ میں زیادہ ہے۔ اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو اس بات کی خبر دیں کہ آپ کی نماز بلکہ مطلق عبادت اللہ کے لئے ہے عبادات میں سے نماز کا ذکر اہمیت کی وجہ سے آیا ہے۔ عبادت کے علاوہ فرمایا کہ جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہے اس بات کی صرف خبر نہیں، بلکہ آپ لوگوں کو بتادیں کہ اللہ نے مجھے اس بات کا

حکم دیا ہے کہ میرا یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہو۔ کمال عبودیت یہ ہے کہ جینا اور مرنا ان میں بھی بندگی نظر آئے۔ حیات میں تمام اوصاف، افعال اور تروک شامل ہیں۔ مقصد یہ کہ آپ تمام امور میں عبودیت کا اعتراف کریں۔ (14)

یہ آیت اس امر کی بھی رہنمائی کرتی ہے کہ عبودیت کا تقاضا عمل کی کثرت نہیں بلکہ کیفیت ہے یعنی عمل اگر کم ہی ہو لیکن اس سے غرض الٰہی یعنی رضا پروردگار ہو تو وہ عبادت ہے۔ خروج از مدینہ منورہ سے لے کر شہادت تک امام حسینؑ اور آپ کے اعزاو انصار نے اس کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے کہ ان کی یہ عظیم قربانی اللہ کے لئے ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لقاء پروردگار کے شوق میں ان کے لئے مرنا، جینے سے زیادہ آسان اور شیرین تھا۔ چنانچہ شہزادہ حضرت قاسم سے جب امام عالی مقام نے سوال کیا کہ کیف الموت عندك موت کا مزہ تیرے نزدیک کیسا ہے؟ تو شہزادے نے جواب میں فرمایا: "احلی من العسل"؛ یعنی: "موت کا مزہ شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔" امام حسینؑ نے تاوقت شہادت متعدد بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ وہ حصول دنیا کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کے لئے نکلے ہیں اور ان کی یہ عظیم قربانی اللہ کے لئے ہے۔ بنت علی حضرت زینب (ع) نے بھی جب گیارہویں محرم کو مقتل میں اپنے بھائی کی بے گوروکفن لاش دیکھی تو فرمایا: "الٰھی تقبل مناھذا القربان" یعنی: "خداوندا ہماری یہ قربانی قبول فرما!"

مذکورہ آیت میں طاغوت یعنی غیر خدا کی پرستش سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ غیر خدا چاہے فرد ہو یا نظام اور کلچر کسی کی پرستش جائز ہے نہ عبادت لہٰذا عبادت کی طرح اطاعت کے لائق بھی اولیٰ بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہے،البتہ جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ لہٰذا وہ بھی بندگی پروردگار کا مصداق ہے۔ ان کے علاوہ غیر خدا کی عبادت جائز ہے نہ اطاعت۔ جناب رسالتمابؐ کا فرمان ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (15) یعنی: "خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت (جائز) نہیں ہے۔"

حقیقت عبادت اور واقعہ کربلا

عبادت لغت کے اعتبار سے عَبَدَ کا مصدر ہے اس کا لغوی معنی انتہائی عاجزی ہے اور یہ عبودیت سے بلیغ تر ہے، جس کا معنی عاجزی وانکساری کا اظہار ہے۔ عبادت کا معنی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ہے۔ (16) قرآن اور سنت کی روشنی میں عبد کی چار اقسام ہیں۔

(الف) احکام شرعیہ میں عبد یعنی وہ غلام جس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ (17)

ترجمہ: "ایک مثل خدا نے یہاں فرمائی ہے کہ ایک غلام ہے جو دوسرے کی ملکیت ہے اور کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔"

(ب) عبد تکوینی کہ کائنات کی ہر شیئ خداوند عالم کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا (18)

ترجمہ: "سارے آسمان وزمین میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب خدا کے سامنے بندہ ہی بن کر آموجود ہوتی ہیں۔"

(ج) دنیا کا غلام۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں: "ان الناس عبید الدنیا" (19) یعنی: "لوگ دنیا کے غلام ہیں۔"

(د) عبادت وپرستش کے اعتبار سے عبد۔ انسانوں میں سے خدائے واحد کی بندگی اختیار کرنے والے عباد الرحمٰن کہلاتے ہیں اور قرآن مجید نے ان کے درج ذیل اوصاف ذکر کیے ہیں:

1) زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔
2) جب جاہل ان سے جہالت کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔
3) یہ لوگ پروردگار کے واسطے سجدہ اور قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں۔
4) پروردگار سے عذاب جہنم سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔

5) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی۔
6) خدا کے ساتھ دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے ہیں۔
7) نفس محترمہ کو ناحق قتل نہیں کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔
8) یہ لوگ فریب کے پاس ہی نہیں کھڑے ہوتے اور جب یہ کسی بیہودہ کام کے پاس گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔
9) ان لوگوں کو جب پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو بہرے اندھے ہو کر گر نہیں پڑتے بلکہ جی لگا کر سنتے ہیں۔
10) یہ پروردگار سے عرض کرتے ہیں ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے ٹھنڈک عطا فرما۔
11) یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم کو پرہیزگاروں کے لئے امام بنا۔ (20)

اس مقالہ میں ہمارے مد نظر عبد کی چوتھی قسم ہے اور وہ پرستش اور بندگی ہے۔ جس کے لائق خدائے وحدہ لاشریک ہے قرآن مجید اور انبیاء عظام کی طرح کربلا صرف خدائے واحد کی پرستش و بندگی اور اطاعت پروردگار کا درس دیتی ہے۔ اسی واسطے حضرت امام حسینؑ کو وارث انبیاء کہا گیا ہے۔ کربلا کے وارث بھی وہ پاکیزہ صفت انسان ہیں جو یزید وقت، طاغوت زمانہ کی نفی اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کے لئے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے والے ہرگز کربلا کے وارث نہیں ہیں۔

لفظ عبادت سے عام طور پر بعض معروف اعمال جیسے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن دین اسلام نے عبادت کے مفہوم کو بہت وسعت دی ہے۔ عبادت معبود برحق کے حضور انتہائی عاجزی و انکساری کا اظہار ہے۔ جیسا کہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے: "العبادة ابلغ منها لانها غاية التذلل (21)؛ یعنی: "عبادت عاجزی و فروتنی کی انتہا کا نام ہے۔" اس اعتبار سے ہر وہ عمل عبادت کا مصداق ہے جو اطاعت پروردگار کے زمرہ میں آئے اور جس کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کیا جائے۔

اس بیان کے مطابق نماز، روزہ، حج، زکوۃ و خمس اور جہاد کی طرح اخلاقی معاملات، خدمت خلق اور ہدایت کا عمل بھی عبادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ نماز جو کہ عبادت بالمعنی الاخص ہے اگر رضا پروردگار کے قصد سے نہ بجالائے تو صحیح نہ ہوگی جبکہ خدمت خلق اس قصد کے بغیر بھی صحیح ہے البتہ ثواب تب ملے گا جب رضا پروردگار کے قصد سے بجالائے۔ جس طرح نماز کے لئے نجس کپڑے کو پاک کرنا۔ اس میں قصد قربت ضروری نہیں ہے اس کے بغیر شرائط کے ساتھ اگر کپڑا دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا البتہ ثواب تب ملے گا جب قصد قربت کیا جائے۔ یہ عبادت کا فقہی و اصولی تصور ہے۔ اور اس کا عرفانی و فلسفی تصور دقیق تر ہے۔

علامہ طباطبائی حقیقت عبادت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فحقیقة العبادة هي الغرض الاقصى من الخلقة و هي ان ينقطع العبد عن نفسه وعن كل شيء ويذكر ربه" (22)؛ یعنی: "حقیقت عبادت خلقت کی انتہائی غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ عبد اپنے آپ اور ہر چیز سے کٹ جائے اور اپنے رب کی یاد میں رہے۔" اس تفسیر کے مطابق عبادت کے تکوینی عناصر دو ہیں ایک انقطاع عن کل شی دوسرا توجہ الی الرب۔ شہداء کربلا میں یہ دونوں عناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔ ہر شہید نے جان و مال اولاد یہاں تک کہ اہل و عیال سے انقطاع اختیار کیا اور خدائے وحدہ لاشریک کی طرف متوجہ ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ چاہنے والوں نے جب امامؑ کو مشورہ دیا کہ آپ اس سفر میں اہل و عیال کو ساتھ لے کر نہ جائیں تو آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "ان الله شاء ان يراني مقتولاً وقد شاء ان يرى حرمي و نسائي مشردين مقيدين" (23) یعنی: "خدا کی مشیت یہی ہے کہ وہ مجھے شہید دیکھے اور میرے اہل و عیال کو وطن سے دور قید و بند میں مبتلا دیکھے۔" اسی طرح جناب حبیب ابن مظاہر اہل و عیال کو کوفہ میں چھوڑ کر خود امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انقطاع کی ایک اور عظیم مثال حضرت ابو الفضل عباسؑ نے پیش کر دی کہ جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد سے حضرت ابو الفضل عباسؑ اور ان کے تین بھائیوں کے لئے امان نامہ لکھوا کر لایا تو آپؑ نے یہ فرما کر اسے ٹکرا دیا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹ

جائیں تو کس قدر برا امان نامہ لایا ہے کیا تو یہ کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسینؑ بن فاطمہؑ کو چھوڑ دیں اور لعین یزید کی اطاعت قبول کر لیں (24) حضرت ابوالفضل عباسؑ کی شخصیت میں مقام عبدیت مجسم تھا جبھی نے ان کی زیارت میں امام صادقؑ نے فرمایا ہے:

"السلام علیك ایها العبد الصالح المطیع الله والرسوله" (25) یعنی: "سلام تم پر اے عبد صالح اللہ اور رسول کے اطاعت گزار!"

واقعہ کربلا میں عبادت کی تجلی

شہداء کربلا نے عبادات کی اعلی مثالیں قائم کی ہیں۔ امام صادقؑ نے اس سلسلہ میں امام حسینؑ کی زیارت میں فرمایا ہے:

اشهد انك قد اقمت الصلاة و آتیت الزكاة و امرت بالمعروف و نهیت عن المنكر و عبدت الله مخلصا (26)

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکوۃ دی نیکی کا حکم دیا برائی سے روکا اور خلوص سے اللہ کی بندگی کی۔

ملاحظہ فرمایئے کہ اس زیارت میں صادق آل محمدؑ نے حضرت سیدالشداء کی نماز اور دیگر عبادات کی بجاآوری کی گواہی دی ہے۔ نیز فرمایا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے مخلص عبد تھے۔ متعدد مقامات پر ائمہ اطہارؑ نے کربلا والوں کے مقام عبدیت کی گواہی دی ہے۔ حضرت حر نے بھی فوج یزید کو نصیحت کرتے ہوئے خطاب کیا کہ اے کوفہ والو! تم نے اس عبد صالح کو بلایا اور جب وہ آیا تو تم نے اسے دشمن کے حوالے کر دیا۔ (27)

(الف) نماز

عبادت جس کی روح عجز وانکساری ہے اس کے مظاہر میں سے نماز نہایت واضح مظہر ہے۔ سجدہ اور رکوع کے ذریعہ بندہ ذات کبریا کی بارگاہ میں دن میں کئی مرتبہ اپنی عاجزی، انکساری اور خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ شہداء کربلا نے اس واقعہ میں نماز کو اتنی اہمیت دی ہے کہ گویا اس بات کا عملی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ ان کی عظیم قربانی اقامۂ نماز کے لئے تھی۔

تاریخ میں روز عاشور شہداء کربلا کی نماز ظہر ثبت ہے۔ زوال آفتاب کے قریب جنگ مغلوبہ کے نتیجہ میں لشکر امام کی تعداد کم ہو چکی تھی جبکہ لشکر یزید کی تعداد بھاری جانی نقصان اٹھانے کے باوجود زیادہ تھی اس وقت جناب ابو ثمامہ الصیداوی نے امام کی خدمت میں عرض کیا اے ابا عبداللہ! میری جان آپ پر نثار۔ یہ اشقیاء اب ہمارے قریب پہنچ گئے ہیں خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں یہ آپ کو قتل نہیں کر سکتے اے ابا عبداللہؑ میں چاہتا ہوں کہ یہ آخری نماز جس کا وقت قریب ہے آپ کے ساتھ پڑھ کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

فرزند رسول (ع) نے پہلے تو دعا دی کہ تو نے ایسے وقت میں نماز کو یاد کیا ہے۔ خدا تجھے نماز گزاروں کے ساتھ محشور کرے۔ پھر فرمایا نعم هذا اول وقتها ہاں! یہ نماز ظہر کا اول وقت ہے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ جا کر ان سے کہو کہ اتنی دیر جنگ بند کر دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ اس درخواست کے نتیجہ میں حصین بن نمیر نے کہا کہ تمھاری یہ نماز قبول نہیں ہو گی۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ نماز سے روکنے والوں کا ہرگز کربلا والوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بندگی خدا سے روکنے والے لشکر امام حسین سے خارج ہیں۔ الغرض شہداء کربلا نے یہ نماز تلواروں کے چھاؤں میں ادا کی۔

ع نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

جناب سعید بن عبداللہ اور جناب زھیر بن قین بحکم امام آگے کھڑے رہے۔ دشمن کی طرف سے تیر برستے رہے اور یہ دونوں آگے بڑھ کر تیروں کا استقبال کرتے رہے ادھر یہ بے مثال نماز مکمل ہوئی ادھر ان مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا گویا یہ دو عظیم مجاہد شہیدان نماز شمار ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ جہاں نماز کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے وہاں اول وقت نماز کی ادائی کا درس دیتا ہے۔

کربلا اور نماز کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے چنانچہ طفلان حضرت مسلمؑ کے بارے مورخین لکھتے ہیں کہ جب حارث ملعون نے شہزادوں کی کوئی درخواست قبول نہ کی اور انہیں قتل کیے جانے کا یقین ہو گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اے شیخ اگر ہمیں قتل ہی کرنا ہے تو ہمیں چند رکعات نماز پڑھنے دو۔ چنانچہ اجازت ملنے پر شہزادوں نے چار چار رکعات نماز پڑھی۔ حالانکہ یہ دونوں بچے نابالغ تھے۔ (28)

اسی طرح واقعہ کربلا میں چونکہ مرد و زن پیر و جوان میں سے ہر صنف نے بے مثال کردار ادا کیا ہے لہٰذا عبادت کے باب میں خواتین کے واقعات سے بھی تاریخ کے اوراق مزین ہیں۔ چنانچہ صدیقہ صغری شریکۃ الحسین حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی شان عبادت کے بارے امام زین العابدینؑ گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے سفر شام میں مصائب و شدائد کے باوجود نماز تہجد ترک نہیں کی۔ حالانکہ نماز تہجد ایک تاکیدی مستحب عبادت ہے۔ (29)

(ب) حج

دین اسلام میں حج ایک عظیم اجتماعی عبادت ہے۔ائمہ اطہارؑ نے اپنے قول اور فعل سے حج کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔اور پیدل حج بجالانے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص پیدل حج بجالائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ حرم کی نیکیوں میں سے سات ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور آپؐ نے فرمایا پیدل حج بجالانے والوں کی فضیلت سواروں پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کی رات ستاروں پر ماہتاب کی فضیلت ہے۔ (30)امام عالی مقام حسین بن علیؑ کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے پیدل پچیس حج بجالائے ہیں۔(31)

زندگی کاآخری حج آپؑ نے اس وقت کرنا چاہاجب اہل حرم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔اور یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر آپؑ مکہ مکرمہ تشریف لاچکے تھے۔ عمل حج میں صرف دو دن باقی تھے۔امامؑ کو خبر ملی کہ یزید نے تیس درندہ صفت آدمی حاجیوں کی لباس میں بھیجے ہیں تا کہ حسینؑ کو مکہ میں ہی شہید کردیں۔امام عالی مقامؑ نے اس غرض سے کہ خانہ خدا کی ہتک حرمت نہ ہو اپنے عمرہ حج کو عمرہ مفرد میں بدل دیا اور محل ہو کہ 8ذی الحجہ 60 ہجری کو مکہ مکرمہ ترک کرنے پر مجبور ہوگئے۔ (32)

(ج) جہاد وہجرت

عبادات میں سے جہاد اور ہجرت بھی انتہائی اہمیت اور فوائد کے حامل ہیں ان دونوں کا فلسفہ دین اسلام کا دفاع، ایمان کی حفاظت اور معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں بھی جہاد اور ہجرت شامل ہیں، ہجرت مدینہ نے اسلامی حکومت کے قیام کی بنیاد فراہم کی اور اسلام کا پیغام عام کرنے کے لئے راہ ہموار کی اور جہاد کی برکت سے اس مقدس مشن کا بچاؤ ممکن ہوا۔

60ہجری میں مسند ملوکیت پر بیٹھ کر یزید نے پیغمبر اسلام ﷺ کے اس مقدس مشن کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی، اس کے لئے اس نے ضروری سمجھا کہ نواسہ رسولؐ سے بیعت کا مطالبہ کرے۔امام سلسلہ امامت وخلافت کی نمائندگی کر رہے تھے۔ لہٰذا آپؑ نے صراحت، شہامت اور شجاعت کے ساتھ بیعت کرنے سے انکار کردیا۔امام عالی مقامؑ نے اہل وعیال کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں سے آپ نے عراق کی طرف رخت سفر باندھا اور کربلا میں امامؑ اور آپؑ کے اعزاوانصار نے پیغمبر اسلام کے مقدس مشن کی حفاظت میں جہاد کے اعلیٰ نمونے پیش کرکے جام شہادت نوش کیا۔

اگر شہداء کربلا یہ عظیم قربانی نہ دیتے توآج یزیدی اسلام کا دور دورہ ہوتا اسلام محمدی کا نام ونشان ہوتا نہ عبادت اور بندگی پروردگار کا تصور ہوتا، نہ کوئی عبادت گاہ ہوتی اور نہ ہی مقدساتِ اسلام کا وجود ہوتا۔

شہدا کربلا نے حفاظت اسلام کی خاطر جہاد بالسیف کافریضہ انجام دیا اور اسیران اہل بیتؑ نے جہاد باللسان کے ذریعہ مشن امام عالی مقامؑ کی تکمیل کی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "ان افضل الجهاد كلمة عدل عند امام جائر" (33)؛ یعنی: "افضل جہاد ظالم کے سامنے کلمہ عدل اور کلمہ حق کا اظہار ہے۔" شریکۃ الحسین حضرت زینبؑ، حضرت ام کلثومؑ اور امام زین العابدینؑ نے شام و کوفہ کے بازاروں اور ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں ایسے خطبات دیئے جو اطاعت و بندگی پروردگار اور طاغوت وظالم سے اجتناب جیسے اسلامی معارف سے لبریز تھے۔

حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ کربلا سے کوفہ وشام اور پھر مدینہ تک اس پورے کٹھن سفر میں خواتین اور بچوں سے بھی کوئی ایک جملہ یا واقعہ بھی تاریخ میں نہیں ملتا جو عبادت و بندگی پروردگار کے منافی ہو۔ بلکہ اس پورے سفر میں ان سب نے احکام خداوندی کی مکمل طور سے پابندی کی ہے۔

میری رائے میں واقعہ کربلا کی انفرادیت کا ایک نکتہ یہی ہے کہ کربلا والوں نے کئی مہینوں اور مختلف حالات پر مشتمل اس واقعہ کے تمام جزئیات میں احکام خداوندی کی مکمل اطاعت کی ہے اور سر مو کسی حکم خداوندی سے انحراف نہیں کیا ہے۔

(د) خدمت خلق

خدمت خلق بھی ایک عظیم عبادت ہے۔ مشہور حدیث نبوی ﷺ ہے خیر الناس من ینفع الناس۔ بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو　　　　ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

فائدہ مادی بھی ہو سکتا ہے اور معنوی بھی۔ حضرت امام حسینؑ نے انسانوں کو مادی فوائد بھی پہنچائے ہیں اور معنوی بھی۔ مادی فوائد میں آپ کے ایثار اور جود و سخا کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

ایثار کے سلسلہ میں مشہور واقعہ ہے کہ حسنین شریفینؑ بچپن میں مریض ہوگئے تو حضور اکرم ﷺ کی فرمائش پر جناب علی بن ابی طالب، حضرت فاطمہؑ، جناب فضہ اور شہزادوں نے صحت یابی کے بعد تین دن نذر کے روزے رکھے۔ پہلے دن جب افطار کے لئے پانچوں دستر خوان پر بیٹھے تو دروازہ پر ایک مسکین آیا اور کھانا مانگا تو سیدہ کونین نے تیار کردہ طعام مسکین کو اللہ کی راہ میں دے دیا اور سب نے پانی سے افطار کیا۔ دوسرے روز جب افطار کے لئے دستر خوان بچھایا تو در اہل بیتؑ پر ایک یتیم نے صدا دی اور کھانے کا مطالبہ کیا۔ اہل بیت نے اپنا طعام یتیم کو دے کر خود پانی سے افطار کیا۔ تیسرے روز جب افطار کا وقت ہوا تو مشرکین میں سے ایک اسیر آیا اور اس نے غذا کا مطالبہ کیا اہل بیتؑ نے اپنا حصہ اسے دے دیا اور خود پانی سے افطار کیا۔ اللہ تعالی کو اہل بیتؑ کا یہ ایثار اور خدمت خلق کا عمل اتنا پسند آیا کہ ان کی شان میں سورہ دھر نازل فرما دی(34)

امامؑ کے جود و سخا اور خدمت خلق کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ ایک مسلمان کا مالک یہودی تھا وہ اس سے آزادی چاہتا تھا مگر اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ جب امامؑ کو اطلاع ہوئی تو آپ اس کی قیمت دو سو دینار لے کر یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے قیمت کے بدلہ آزادی غلام کا مطالبہ کیا۔ یہودی نے عرض کیا۔ غلام آپ کے قدموں کا صدقہ ہے اور یہ باغ اس کا ہے اور آپ کی رقم میں آپ کو واپس کرتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: میں یہ رقم تم کو ہبہ کرتا ہوں یہودی نے کہا میں اسے قبول کر کے غلام کو ہبہ کرتا ہوں امامؑ نے فرمایا میں غلام کو آزاد کر کے یہ سب مال اسے بخشتا ہوں۔ فرزند رسولؐ کے اس مثالی کردار کو دیکھ کر غلام کی بیوی مسلمان ہوئی اور اپنا حق مہر اسے معاف کر دیا اور وہ یہودی بھی مسلمان ہوا اور اس نے گھر نو مسلمہ کو دے دیا(35)

یہ تو خدمت خلق سے متعلق واقعہ کربلا سے پہلے کے واقعات تھے اور واقعہ کربلا میں بھی ایثار، خدمت خلق اور جود و سخا کے کئی واقعات تاریخ میں ملتے ہیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے عراق جاتے ہوئے منزل ذوحسم پر جب حر اور اس کے ایک ہزار سپاہیوں نے آپؑ کا راستہ روکا اور آپؑ نے دیکھا کہ شدت پیاس سے حر، اس کا لشکر اور ان کی سواریاں نڈھال ہیں تو کریم ابن کریم امامؑ کے حکم پر حر کے لشکر اور اُن کے گھوڑوں کو اچھی طرح سیراب کر دیا گیا۔(36)

اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز واقعہ شب عاشور کا ہے۔ کہ آپؑ کے ایک صحابی محمد بن بشیر حضرمی کو پتہ چلا کہ اس کے بیٹے کو ریّ کے قریب گرفتار کر لیا گیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ میرا بیٹا گرفتار ہو اور میں زندہ ہوں۔ اس کا یہ جملہ امام حسینؑ نے سنا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت تیرے شامل حال ہو تو میری بیعت سے آزاد ہے اور جا کر اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے کوشش کرنا۔ اس نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے درندے زندہ کھا جائیں اگر میں آپؑ سے جدا ہوا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ کپڑے اور چادریں لے کر اپنے بیٹے کو دو تاکہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کے لئے ان سے مدد لے۔ آپؑ نے پانچ کپڑے دیئے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ (37)

ان مادی فوائد کے علاوہ امام حسینؑ نے رہتی دنیا تک انسانیت کو بے شمار فوائد پہنچائے ہیں جن میں ہدایت، تعلیم وتربیت، حق اور باطل کی پہچان، انسانی اقدار کا تحفظ، معنویت وروحانیت، ظلم وستم کا مقابلہ، حق کا دفاع، درس حریت وغیرہ شامل ہیں۔ یقیناً حسین ابن علیؑ رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے چراغ ہدایت ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ان الحسین مصباح الھدیٰ وسفینۃ النجاۃ" (38) "یعنی: " بے شک حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے۔"

(ھ) دعا، تلاوت قرآن کریم اور استغفار:

عبادت اور بندگی پروردگار کے مظاہر میں سے دعا، تلاوت اور استغفار بھی اہم ہیں۔ دعا صرف عبادت نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: " الدعاء مخ العبادۃ" (39) "یعنی: دعا عبادت کا مغز ہے۔" یعنی دعا عبادت کی روح ہے پس اگر عبادت میں دعا نہ ہو تو وہ بے جان ہے۔ تلاوت قرآن کریم بھی ایک عظیم عبادت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "میری امت کی بہترین عبادت تلاوت قرآن ہے۔" (40)

استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت بھی ایک بہترین عبادت ہے چنانچہ ارشاد رسول اکرم ﷺ ہے: " خیر العبادۃ الاستغفار" (41) "یعنی: بہترین عبادت استغفار ہے۔" حضرت امام حسینؑ کو دعا، تلاوت اور استغفار سے بھی بہت محبت اور شوق تھا جس کا واضح ثبوت کربلا میں لشکر مخالف سے شب عاشور کی مہلت لینا ہے۔ آپؑ نے اپنے بھائی حضرت ابوالفضل عباسؑ کو یہ فرما کر دشمن کی طرف بھیجا کہ اگر ہوسکے تو ان کو کہو جنگ کل تک روک دیں تاکہ ہم آج رات اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ لیں۔ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے کس قدر محبت ہے۔ (42)

زندگی کی یہ آخری شب شہداء کربلا نے کس طرح گزاری، حیرت یہ ہے کہ نہ جان کی پرواہ نہ مال نہ دنیا کی کسی چیز کی۔ انقطاع عن الدنیا اور توجہ الی الرب بعبارت دیگر عبادت وبندگی کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔ جناب امام حسینؑ نے یہ رات نماز، استغفار، دعا اور تضرع میں گزاری اور اصحاب امامؑ بھی نماز، دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔ مورخین کے مطابق خیام حسینی سے تسبیح وتحلیل کی یوں بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی جیسے شہد کے چھتہ سے بھنبھناہٹ کی آواز آتی ہے کوئی سجود میں تھا کوئی قیام میں تھا اور کوئی قعود میں۔ (43)

جہاں تک تلاوت قرآن کا تعلق ہے تو یہ عبادی عمل شہادت کے بعد بھی امام حسینؑ سے جدا نہ ہوا۔ چنانچہ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ بازار کوفہ میں جب امام حسینؑ کا سر اقدس نیزہ پر میرے قریب پہنچا تو میں نے اسے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (44) یعنی: "(اے رسول) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک عجب نشانی تھے۔" (45) شہادت کے بعد سر اقدس سے تلاوت ہونا کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ مشہور حدیث ثقلین میں رسول گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن اور اہل بیتؑ ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں پہنچ جائیں۔ (46)

کربلا اور درس حریت

عبادت وبندگی پروردگار ایک اختیاری عمل ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ لہٰذا یہ عمل مطلوب پروردگار ہے اور جو عمل پروردگار عالم کو مطلوب ہو وہ مصلحت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر وہ مصلحت ملزمہ (الزامی) ہے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کا حکم دیتا ہے جس طرح نماز جو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ عمل ہے جبھی اس نے مختلف اسالیب سے اس کا حکم دیا ہے اور یہ انسان کے لئے مصلحت ملزمہ رکھتی ہے لہٰذا اللہ نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی برگزیدہ مخلوق یعنی انسان برائی اور بے حیائی سے دور رہے تو نماز میں چونکہ یہ تاثیر پائی جاتی ہے اس لئے اس نے نماز کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی نماز کے اولی وثانوی آثار نصوص شرعیہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ الغرض عبادت وبندگی کے کچھ

آثار تو عمومی ہیں اور کچھ آثار ہر عبادت کے خصوصی ہیں بندگی پروردگار کا عمومی اثر انسانی اقدار کا حصول ہے اللہ تعالیٰ کا عبد خالص انسان کامل کو Represent کرتا ہے انسانیت کا راز بندگی پروردگار میں مضمر ہے۔

عبادت خدا کا عمومی اثر حریت یعنی حقیقی آزادی ہے۔ بندگی پروردگار اختیار کرنے سے انسان کو معبود برحق خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ دنیا کی ہر چیز مال و دولت جاہ وسلطنت، زر، زمین اور تمام خواہشات نفسانیہ کی غلامی سے آزادی نصیب ہوتی ہے انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اس کے لئے خلاق کائنات کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرنا تو ضروری اور باعث زینت و کمال ہے مگر دنیا کی کسی چیز کے آگے جھکنا عبادت وپرستش کے جذبہ سے اس کے لئے ننگ و عار ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے حریت سے نوازا ہے تو یہ کتنا غیر عقلائی ہے کہ حریت سلب کرکے اپنے آپ کو غلامی کی زنجیر سے باندھے۔ غلامی ایک تو جسمانی ہے جس میں آقا اپنے مملوک وغلام کے جسم کا مالک ہوتا ہے اور وہ کوئی ایسا جسمانی کام نہیں کرسکتا ہے جو حقِ مولیٰ کے منافی ہو۔ دوسری قسم فکری غلامی ہے کہ جو جسمانی غلامی سے سخت ہے فرد کے علاوہ ایک ملک اور ایک نظام بھی اس غلامی کی زد میں آسکتا ہے۔ جیسا کہ استعماری ممالک دوسرے ملکوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کرتے ہیں اور کئی ممالک مجبوری یا رضا و رغبت سے غلامی کو قبول کرلیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اسلامی ممالک بھی کفار کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

دین اسلام جس نے کرامتِ انسانی کا شعار بلند کیا ہے اور فضیلت و برتری کا معیار رنگ و نسل اور زبان نہیں بلکہ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس نے انسان کو بندگی پروردگار کے علاوہ ہر قسم کی غلامی سے آزادی کا درس دیا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "لاتکن عبد غیرك فقد جعلك الله حراً" (47)؛ یعنی: "کسی کی غلامی اختیار نہ کر کہ اللہ نے تجھے آزاد خلق کیا ہے۔"

یزید کا دور امت مسلمہ کے لئے یقیناً غلامی کا دور تھا۔ اس کے اقوال وافعال سراسر غیر اسلامی تھے۔ وہ اسلامی خلافت کا دعویدار تھا۔ اس لئے زبان سے فرعون کا جملہ انا ربکم الاعلیٰ نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر عملاً اس میں فرعونیت مجسم تھی۔ امت کی غلامی کا یہ حال ملاحظہ فرمایئے کہ پورے عالم اسلام میں اس وقت کسی میں کلمہ حق کہنے کی جرات نہ تھی زبانوں پر تالے لگ چکے تھے۔ مساجد اور اسلامی مراکز تک سے کوئی اس کے خلاف آواز بلند کرنے والا نہ تھا۔ ہاں! یہ خصوصیت کربلا والوں کو حاصل ہے جنہوں نے امامِ حریت سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی سربراہی میں کلمہ علم جہاد بلند کردیا اور ہر قسم کی قربانی دے کر یزید کی فرعونیت کو پاش پاش کردیا اور انسانیت کو ہمیشہ کے لئے حریت و آزادی کا درس دے دیا۔

واقعہ کربلا اور عبادت کا الٰہی انگیزہ و محرک:

اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت ایک تو تکوینی اور غیر اختیاری ہے۔ جس کے تحت کائنات کی ہر چیز خالق کی بندگی میں مصروف عمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا (48)

ترجمہ: "سارے آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب خدا کے سامنے بندہ ہی بن کر آموجود ہوتی ہیں۔"

لیکن انسان سے جو عبادت اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے وہ اختیاری عبادت ہے کہ اپنے اختیار، شوق اور ارادہ سے اللہ کی عبادت کرے اور ہر اختیاری فعل کا کوئی انگیزہ اور محرک ہوتا ہے۔ لہٰذا عبادت پروردگار کا انگیزہ اور محرک تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو سکتی ہے: 1) بہشت کی طمع؛ 2) جہنم کا خوف؛ 3) اللہ کو لائق عبادت سمجھنا۔ جب تیسرا محرّک عبادت کا موجب بنے تو یہ خالص اور حقیقی عبادت اور بندگی کی معراج ہے۔ تمام انبیاء عظام، وارثان انبیاء اور ائمہ اہل بیتؑ کی عبادت میں یہی محرک کار فرما ہوتا ہے۔ مولی الموحدین حضرت علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں:

"الھی ما عبدتك طمعا لجنتك ولا خوفا من نارك بل وجدتك اھلا للعبادۃ فعبدتك "(49)
یعنی: "اے میرے معبود میں نے تیری عبادت نہ جنت کی طمع میں کی اور نہ جہنم کے خوف سے بلکہ تجھے لائق عبادت سمجھا تو تیری عبادت کی
۔"

اس ضمن میں حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں: "ان قوما عبدوا االله رغبه فتلك عبادۃ التجار و ان قوما عبدو الله رھبة فتلك عبادۃ العبید و ان قوما عبدوالله شکرا فتلك عبادۃ الاحرار وھی افضل العبادۃ" (50)؛یعنی: "بے شک ایک قوم نے جنت کی رغبت و طمع میں عبادت کی تو وہ تاجروں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے جہنم کے خوف میں عبادت کی تو وہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک قوم نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے عبادت کی تو یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہ افضل ترین عبادت ہے۔" احرار کی عبادت جذبہ عشق سے ہوتی ہے۔ اور یہی عبادت حقیقی ہے جس میں خدا وسیلہ نہیں بلکہ ہدف ہوتا ہے۔ اسی طرز عبادت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (51)

ترجمہ: "اور انہیں تو بس یہ حکم دیا گیا تھا کہ دین کو اس کے لئے خالص رکھ کر اللہ کی عبادت کریں۔"

ایسی عبادت ہر قسم کے شرک یعنی جلی اور خفی سے پاک ہوتی ہے۔ اسی عبادت کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: "افضل الناس من عشق العبادۃ فعانقھا واحبھا بقلبه" (52)؛یعنی: "افضل ترین لوگ وہ ہیں جو عبادت سے عشق کرتے ہیں لہٰذا اسے گلے لگاتے ہیں اور دل سے اسے چاہتے ہیں۔" شہداء کربلا عشق الٰہی کے جذبہ سے سرشار تھے ان کی عبادت خلوص اور عشق کے انگیزہ سے تھی۔ عظیم قربانیوں سے ان کا ہدف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی۔ اس حقیقت کی گواہی حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے زمین کربلا کی شان بیان کرتے ہوئے دی ہے اور فرمایا: "مناخ رکاب و مصارع عشاق "(53)؛یعنی: "ترجمہ: یہاں سواروں کے اترنے کی جگہ اور (خدا سے) عشق رکھنے والوں کی قتل گاہ ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔الذاریات:56

2۔الاسراء:1

3۔الفجر:27-30

4۔المجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، موسسۃالوفاء، بیروت ج44، ص219

5۔قمی، شیخ عباس، منتھی الامال ج2 ص222

6۔جامع الاخبار:76

7۔شہید ثالث، نور اللہ، احقاق الحق، ج11، ص422

8۔شہید مطہری، سیری در سیرت ائمہ ص:162

9۔انبیاء:25

10۔ نحل:36

11۔راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ج2، ص631

12۔زمر:17

13۔انعام:162-163

14۔علامہ طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن ج7ص418

15۔ مجلسی، باقر، بحار الانوار ج:43ص:297

16۔ابن منظور، لسان العرب، ج3، ص273

17۔ نحل:75

18۔مریم:93

19۔الحرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسول، ص245

20۔القرآن:63۔74

21۔راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ج2، ص662

22۔طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن ج۲۷ص۴۲۰

23۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، 44، ص331

24۔سید ابن طاوس، لہوف:ص؛106

25۔ مجلسی، محمد باقر، بحار:ج98ص277

26۔ مجلسی، محمد باقر،، بحار لانوار، ج98ص163

27۔ شیخ مفید، محمد بن محمد،الارشاد، منشورات مطبعۃ حیدریۃ،381ھ، ص235

28۔ شیخ صدوق، امالی، ص220

29۔الحاج حسین الشاکری، العقیلۃ والفواطم، ص50

30۔حر عاملی، وسائل الشیعہ، کتاب الحج باب:32استحباب اختیار المشی فی الحج علی الرکوب، ح9

31۔تاریخ ابن عساکر (ترجمہ امام الحسین) حدیث 92

32۔الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، ج8،276

33۔صدوق، محمد بن علی، خصال، ج:1، ص:6

34۔صدوق، امالی، ص:212، ح11

35۔ بحار الانوار، ج44، ص194

36۔ شیخ عباس قمی، وقایع کربلا، ص:66

37۔ابو الفرج الاصفہانی، مقاتل الطالبین، دار المعرفۃ، بیروت، ص:116

38۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج:2، ص62

39۔ جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فضل الدعا، ح3371

40۔ الحر العاملی، محمد بن السحن، وسائل الشیعہ، کتاب الصلوۃ، ابواب قراءۃ القرآن، باب: 1، ح10

41۔ الاصول من الکافی، کتاب الدعاء، باب من قال لااله الا اللہ، ح1

42۔ سید ابن طاووس، لہوف ص: 108

43۔ سید ابن طاووس، لہوف، ص: 112

44۔ کہف: 9

45۔ شیخ مفید، الارشاد، ص245

46۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی، ح3788، 3786

47۔ نہج البلاغہ من وصیۃ الامام علی للامام الحسن، 31

48۔ مریم: 93

49۔ بحارالانوار ج: 41 ص14

50۔ حرانی، تحف العقول، ص246

51۔ بینہ: 5

52۔ الشیخ الکلینی، الاصول من الکافی، کتاب الایمان والکفر، باب العبادۃ، ح: 3

53۔ شیخ عباسی قمی، نفس المہموم ص206

e-sources for this research paper

1) www.farzali.parsiblog.com
2) www.wikifeqh.ir
3) www.farsi.khamenei.ir
4) www.ghadeer.org